کتاب نما

Islam and Western Civilization (اسلام اور مغربی تہذیب)، اقبال ایس حسین۔ ناشر: ہیو مینٹی انٹرنیشنل، پوسٹ بکس نمبر ۶۰۳۶، لاہور۔ صفحات: ۳۴۳۔ قیمت: ۳۵۰ روپے۔

اسلام اور عیسائیت کے درمیان گذشتہ پندرہ صدیوں میں سیکڑوں معرکے ہوئے۔ صلیبی جنگوں اور نو آبادیاتی نظام کے اثرات نسل در نسل محسوس کیے جاتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں جنگِ عظیم اول و دوم، روس کے انقلاب اکتوبر اور زوال اشتراکیت کے اثرات براہ راست مختلف قوموں اور عالم انسانیت پر مرتب ہوئے۔ اکیسویں صدی کے عین آغاز سے قبل، خاتمہ تاریخ اور تہذیبی تصادم جیسے نظریات نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے شہرت پائی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ آنے والے زمانے میں مذاہب (خصوصاً اسلام) کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس صورت حال میں ایک ایسی جامع تحریر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس میں نہ صرف جدید نظریات کا خالص علمی انداز میں جائزہ لیا جائے بلکہ سرمایہ داری اور مادہ پرستی کے جو اثرات امریکی اور یورپی معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں، ان پر بھی قلم اٹھایا جائے۔

زیر نظر کتاب کے مصنف تہذیب و تاریخ اور سیاسیات و عمرانیات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے وسیع مطالعے اور یورپ خصوصاً برطانیہ اور جرمنی میں تین عشروں تک اپنے قیام کے بعد جو نتائج اخذ کیے، انھیں زیر نظر کتاب میں سمو دیا ہے۔ ان کی فکر و سوچ کا انداز تحقیقی و تجزیاتی ہے اور جس بات کو وہ صحیح (یا غلط) سمجھتے ہیں، اس کے لیے دلائل و براہین پیش کرتے ہیں۔ ان کی فکر کا ماخذ اسلام کی روشنی اور انسانیت سے محبت ہے۔

چار مرکزی موضوعات کے گرد پھیلے ہوئے تیرہ ابواب میں مصنف نے اسلام کی دعوت، مغربی افکار و نظریات اور مغربی معاشرے کے اپاہج پن پر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ فکروفن کی دنیا میں کوئی تحریر حرفِ آخر نہیں ہوتی تاہم اس کتاب کو اسلام کے بارے میں مغربی سوچ اور رویوں کا ایک جامع مطالعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

باب اول: انبیا (خصوصاً سید الانبیا) کے پیش کردہ عالمی نظام کے خدوخال، (یہاں دور خلفاے راشدین کی عدم شمولیت کھٹکتی ہے)۔ باب دوم: مذہب و سائنس۔ باب سوم: اسلامی بنیاد پرستی۔ مصنف نے یہ

ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام اور دہشت گردی میں بعد المشرقین ہے۔ اس باب میں مصنف نے اسلام کے بارے میں مغرب کی غلط فہمیوں اور مسلمانوں کے خلاف اس کے معاندانہ رویے کا عمدہ تجزیہ کیا ہے۔ ان کا یہ سوال بہت اہم اور بجا ہے کہ مغرب، زوال اشتراکیت سے پہلے افغانستان اور کشمیر میں مسلم جہادی تحریکوں کا موید تھا، مگر اب اسے ایسی تحریکوں میں دہشت گردی کیوں نظر آتی ہے؟ پھر یہ کہ بوسنیا میں خود مغرب کا کیا رویہ رہا ہے؟ باب چہارم: خطبہ حجتہ الوداع کے نکات (ان کو پہلے باب میں شامل کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا)۔ باب پنجم: مغربی تعلیم، اسلامی تشخص کے لیے ایک چیلنج۔ مسلمانوں کی تعلیمی خدمات۔ باب ششم: اسلام اور تصوف۔ باب ہفتم: مقصد تخلیق جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ باب ہشتم: نوآبادیاتی نظام۔ یہ باب انتہائی دلچسپ ہے۔ مصنف نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دیگر ممالک کو غلام بنانے اور ان کے عوام کو بدترین ایذا پہنچانے کا سہرا (مسخ شدہ) عیسائیت کے سر ہے۔ مصنف نے چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقا پر بھی منطقی روشنی ڈالی ہے۔ باب نہم: مغربی تہذیب، یہ بھی اس کتاب کا ایک اہم حصہ ہے تاہم یہ کہنا کہ سرمایہ داری مغرب کا نیا مذہب ہے، غلط ہے کیونکہ مسیحؑ کی تعلیمات کو بگاڑنے اور دوزخ شکم بھرنے کے لیے نئے نئے افکار و نظریات کی اختراع کوئی نیا کام نہیں ہے۔ مغرب میں ہر بات پر اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن مادہ پرستی کی غالب حیثیت اور اس کے نظریہ زندگی ہونے پر کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا اور اسی چیز کو انھوں نے انسانی حقوق اور خوش حال زندگی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔

باب دہم: عالمی تہذیبوں کا باب مختصر ہے۔ اس موضوع پر قدرے تفصیلی گفتگو اس کتاب کو زیادہ وقیع بنا دیتی۔ گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ابواب کے موضوعات: مغرب میں اسلام کا ورثہ، اسلام اور ریاست اور حقائق اسلام کا انکشاف ہیں۔ آخر میں بعض نامور نومسلموں کے قبول اسلام کی وجوہ واحد متکلم میں دی گئی ہیں اور سب سے آخر میں تاریخ اسلام کے اہم واقعات کا سنین وار خاکہ ہے۔ تہذیبی مباحث میں تشدد، انتہا پسندی، تہذیب کا زندگی سے تعلق، نظریہ زندگی اور معاشرہ اور تصور آخرت کے زندگی پر اثرات پر درمیانے درجے کی بحث ہے۔ مصنف نے پروفیسر ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے نظریے کو رد کیا ہے۔ اقبال ایس حسین لکھتے ہیں: "ماضی میں دوسری قوموں کا معاشی اور سیاسی استحصال ہوتا رہا ہے اور مستقبل میں بھی یہی چیز سرفہرست رہے گی۔ مستقبل میں جو تنازعات سر اٹھائیں گے ان کے لیے سائنس، ٹیکنالوجی، ماحول اور انسانی حقوق کے ہتھیار استعمال کیے جائیں گے۔ بوسنیا، وسطی ایشیا اور شمالی افریقہ کی تہذیبی یکجائی کو نسلی اختلاف نے پارہ پارہ کر دیا اور ہارورڈ یونی ورسٹی کے پروفیسر کا نظریہ غلط ثابت ہو گیا"۔

مصنف نے اسلام اور عیسائیت و یہودیت کے مابین مشترکہ نکات کی وضاحت بھی کی ہے۔ تعارف میں لکھا ہے کہ میں نے مشرق (بہ معنی اسلام) اور مغرب (بہ معنی الحاد و عیسائیت) کے درمیان مکالمے کا آغاز کر

دیا ہے۔ یہاں اسلامی احیائی تحریکوں کا تذکرہ بھی آ جاتا تو بہتر تھا۔ مصنف نے کتاب کو ایک عمدہ اور سلیس انداز بیان' استدلال اور مغربی افکار ہی سے استنباط کے ذریعے ایک قابل قدر علمی تحریر بنا دیا ہے۔ اقبال ایس حسین نے نہ صرف انگریزی دان طبقے بلکہ غیر مسلم دانش وروں کے لیے بھی ممکنہ مکالمے اور اسلام کے بارے میں غور و فکر کا راستہ کھولنے کی جاندار کوشش کی ہے۔ ہمیں ان کی اس رائے سے کامل اتفاق ہے کہ مغرب نے' جس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' وہ مذہب اسلام ہے' حالانکہ دورِ حاضر میں عالمِ انسانیت کے لیے اسلام کی معنویت مسلم ہے۔

علما' محققین' دانش ور وں' قانون کے طلبہ اور سیاسیات و ابلاغ سے وابستہ افراد' نیز تہذیب کے موضوع پر کام کرنے والے طلبہ کے لیے یہ ایک نادر تحفہ ہے۔ معیار طباعت بہت عمدہ ہے۔ (محمد ایوب منیر)

پل صراط' اللہ بخش کلیار۔ مطبع: نیو فائن پرنٹنگ پریس ۶۷ لٹن روڈ' لاہور۔ صفحات: ۳۵۰۔ قیمت: درج نہیں ہے۔

مصنف کا تعلق پنجاب کے ایک (سرکاری طور پر) پس ماندہ ضلع' جھنگ کے ایک دور افتادہ گاؤں "کلیاروالا" سے ہے۔ وہ سول سروس میں ایک اچھے' اونچے منصب پر فائز ہیں اور جیسا اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دردمند' دیانت دار اور باضمیر انسان ہیں۔ (حالانکہ افسر شاہی میں داخل ہونے اور بااختیار منصب پر فائز ہونے کے بعد بسااوقات ضمیر کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔) احساس و ضمیر نے ان کے اندر خدمت خلق کے جذبے کو تحریک دی اور انھوں نے اپنے پس ماندہ گاؤں سے قریبی قصبے تک' ایک سڑک اور نہر پر ایک پل کی تعمیر کے لیے دوڑ دھوپ شروع کی۔ یہ ان کی زندگی کا اہم ترین خواب تھا جو کئی برسوں پر پھیلی ہوئی طویل اور ان تھک تگ و دو اور مخالف و بے ایمان عناصر اور مزاحم و بدعنوان قوتوں سے کش مکش کے بعد بالآخر شرمندۂ تعبیر ہوا۔ سڑک بھی بنی' پل بھی بنا' علاقے کو تعلیم' رسل و رسائل اور علاج معالجے کی بہتر سہولتیں میسر آئیں۔ "ہمارا علاقہ جو متحرک زندگی سے بالکل الگ تھلگ اور کٹا ہوا تھا' قومی زندگی کے دھارے میں شامل ہو گیا۔ میری نہایت معمولی زندگی کا یہ ایک نہایت معمولی واقعہ ہے۔ پل صراط سے گنہگار کا رینگ رینگ کر گزر جانے کا سا"۔ مصنف کے نزدیک یہ ایک طرح کا "روحانی سفر" تھا' جسے انھوں نے وطن عزیز کی سیاسی' معاشی اور اقتصادی صورت حال کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ یہ کتاب ایک طرح سے ہمارے معاشرے کی پچاس برس کی تاریخ ہے اور ہماری زندگی کے سیاسی' اقتصادی اور مذہبی مسائل اور ان کے نتیجے میں پیش آمدہ المیوں کا تجزیہ بھی۔

مصنف کے ہاں مظلوم طبقوں' بطور خاص دیہی عوام کی ذلتوں' خواریوں' محرومیوں اور مایوسیوں کا

احساس اور شکوہ نہایت شدید ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بڑے شہر روزگار، علم و دانش اور تعلیم کے مراکز ہیں، اور وہاں سہولتوں اور مواقع کا ارتکاز ہے مگر دیہی آبادی ان مراکز سے دور ہمہ نوع محرومیوں کی دلدل میں ڈوبی اور جہل مرکب کی پستیوں میں گری ہوئی ہے۔ مقامی حکومت، اسمبلیوں اور پارلیمنٹ یا بالاتر ایوانوں میں ان کی خاطر خواہ اور حقیقی نمایندگی نہیں ہوتی۔ ایک فی صد مترف طبقہ اپنی دولت کے بل بوتے پر ۹۹ فی صد "غلام" لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہے، جس سے انسان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات دلائی تھی۔ انھوں نے شہری زندگی کے سلگتے ہوئے مسائل اور بدعنوانی کے گوناگوں طور طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ تجزیہ بالکل درست ہے کہ: "پاکستان میں زیادہ تر سیاسی خاندان، معاشی قوتوں یا مذہبی سلسلوں پر پروان چڑھتے ہیں۔ بعد میں وہ نوکرشاہی کو شریک کار اور رشتے دار بنا لیتے ہیں" اور یہ کہ "پاکستان، مراعات یافتہ اور کرپٹ افراد کے لیے جنت بنا دیا گیا ہے جب کہ عام آدمی کے لیے دوزخ"۔

جاگیرداروں اور وڈیروں کی چیرہ دستیوں، حکمرانوں اور سیاست دانوں کی بدعنوانیوں اور نوکرشاہی کی لوٹ مار کے بارے میں گذشتہ ۳، ۴ برسوں میں متعدد کتابیں چھپی ہیں۔ کلیار صاحب کی زیرنظر کتاب قدرے مختلف انداز کی ہے۔ ان کے ہاں واقعات اور اعداد و شمار کے بجائے تاثر اور تجزیے کا پہلو غالب ہے۔ مصنف کی دردمندی اور سوزدل نے، اس کے بیس سالہ ملازمتی اور مشاہداتی تجربے کو ایک ایسی تحریر کا روپ دیا ہے جو "دکھے ہوئے دلوں کی، فریاد یہ صدا ہے" بن گئی ہے۔ مگر مصنف کے اس "دہقانانہ احتجاج" میں خیالات و تاثرات کی تکرار بعض اوقات کھٹکتی ہے۔

کلیار صاحب کے متلاطم خیالات اور درازگفتاری نے اس "سڑک بیتی" میں جگ بیتی اور پاکستان بیتی کے ساتھ ساتھ آپ بیتی کا عنصر بھی شامل کر دیا ہے۔ کچھ اپنا اور اپنے خاندان کا ذکر ہے، پھر واجب الاحترام اساتذہ کا، پھر بعض نہایت دیانت دار، معاملہ فہم اور مثالی دوستوں اور افسروں کی خوبیوں کا، بیرون ملک کے بعض سفر (سفر عمرہ) پھر حسب حال قرآنی آیات و احکام، اقبال کے اشعار، اردو، پنجابی اور انگریزی شاعری۔۔۔۔ اور جو کمی رہ گئی، اسے رنگین تصاویر اور بعض مراسلوں، اخباری تراشوں کے عکوس نے پورا کر دیا ہے۔ مزید برآں سیف اللہ خالد کی دو طویل نظمیں جو موضوعات کتاب کا بڑی خوبصورتی سے احاطہ و عکاسی کرتی ہیں۔

کلیار صاحب نے مقامی خودکفالت اور معاشی ترقی و خوش حالی پر زور دیا ہے، بلاشبہ یہ ضروری ہے مگر اصلاح احوال کے لیے دین کے حقیقی شعور، روایات کی قدر و قیمت، حق و ناحق کی تمیز اور ضمیر کی بیداری و زندگی بہ الفاظ دیگر ایمان و ایقان کی ایک مستحکم کیفیت کے بغیر، یہ پلازے، ییلو کیب، موٹر وے حتیٰ کہ "ٹائیگر" بن جانے سے بھی زندگی میں کوئی پائدار اور بنیادی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اسے آپ اصلاح قلب

کہیں یا تزکیہ نفس یا تقویٰ ـــــ مگر انسانیت کی فلاح اسی پر منحصر ہے۔

کلیار صاحب کے احساسات بہت شدید مگر فطری ہیں، خوش آیند امر یہ ہے کہ خرابی کے ذمہ دار قابض طبقوں کے خلاف، ان کے ہاں کسی طرح کا انتقامی جذبہ مفقود ہے، بلکہ وہ مظلوموں کے ساتھ ظالموں کے لیے بھی دعاگو ہیں: "حضور اکرمؐ کے حکم کے مطابق، یہ صفحات بطور خاص، ظالم بھائیوں کی مدد کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں" (انتساب کی عبارت)۔ کتاب اچھے معیار طباعت پر شائع ہوئی ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

لہو کے چراغ، ظہور الدین بٹ۔ ناشر: کشمیر انٹرنیشنل، رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۵۲ روپے۔

مقبوضہ کشمیر کی موجودہ صورت حال بھارتی سامراج کے ظالمانہ تسلط اور بہیمیت کا کھلا ثبوت ہے۔ گذشتہ چھ سالوں سے کشمیری نہتے عوام اپنی بقا اور اسلام کی سربلندی کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ یہاں ہر روز نئی کہانیاں جنم لیتی ہیں اور ایثار و قربانی، وطن کی محبت، اور سرفروشی و جانثاری کے حیران کن واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ یہ جذبہ ہے یا آگ ہے یا جنون یا اقبال کی اصطلاح میں "عشق"۔ تاریخ اسلام ایسے بے شمار چشم کشا واقعات اور ایمان افروز داستانوں سے بھری پڑی ہے جو محض جذبہ عشق کے بل بوتے پر وجود میں آئیں۔ مجاہدوں اور جان نثاروں کے خون کا حق ہے کہ انھیں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے ورنہ بقول نسیم حجازی ہمارا انجام بھی کہیں اندلس جیسا نہ ہو۔ "میرے نزدیک اندلس کے مسلمانوں کا المیہ صرف یہ نہیں کہ وہ اپنی سلطنت، اپنی آزادی اور اپنے وطن اور اپنے قومی تشخص سے محروم ہو گئے تھے اور ایک پرشکوہ ماضی سے ان کے سارے رشتے کاٹ دیے گئے تھے، بلکہ ایک عظیم سانحہ یہ بھی ہے کہ ہمیں ان پر انکوی زیشن کے ناقابل بیان مظالم کے تذکرے، جن کے باعث وہ ایک صدی کے عرصے میں اندلس سے نابود ہو گئے تھے، بیشتر یورپ کے عیسائی مورخین کی تصانیف سے ملتے ہیں"۔

اس المیے کے پیش نظر "لہو کے چراغ" جیسی کتب بہت اہم اور قیمتی ہیں۔ اس میں مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم، حریت پسندوں کی کوششوں کے مختلف پہلوؤں پر کہانیوں اور واقعات کی صورت میں روشنی ڈالی گئی ہے، جناب ظہور الدین بٹ کی یہ کاوش قابل داد ہے۔ کہانیوں کا انداز سادہ ہے، ہر کہانی واقعے کے انداز میں شروع ہوتی ہے مگر ان میں رسمی اور روایتی افسانے کا سا اتار چڑھاؤ نہیں ہے، اسی طرح واقعاتی ترتیب، کلا ئمکس اور ڈرامائی تغیر جیسے عناصر بھی آپ کو نہیں ملیں گے۔ البتہ یہاں کشمیر کے گھر گھر میں شب و روز رونما ہونے والی داستاں کو قلم بند کیا گیا ہے۔

اگرچہ حریت پسندوں کی جہادی سرگرمیوں کو مناسب انداز میں بیان کیا گیا ہے تاہم چونکہ پوری کتاب میں واقعات کا یہی انداز ہے، اس لیے ایک ایسا قاری جو تاریخی نقطہ نظر سے ہٹ کر محض کہانی کے لیے ان کا مطالعہ کرے، وہ قدرے بوریت محسوس کر سکتا ہے--- کیونکہ واقعہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، جب تک اس کو ادبی اور فنی جہت نہ دی جائے، وہ بیشتر قارئین کی توجہ حاصل کرنے میں کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ بایں ہمہ یہ کہانیاں دلچسپ، قابل مطالعہ اور اثر انگیز ہیں۔ (زبیدہ حبیب)

فی ظلال القرآن، جلد پنجم، سید قطب۔ ترجمہ: سید معروف شاہ شیرازی۔ ناشر: منشورات اسلامی، بالمقابل منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات: ۴۸۷۔ قیمت: ۳۷۵ روپے۔

سید قطب شہید کی شہرۂ آفاق تفسیر قرآن کے اردو ترجمے کی پانچویں جلد پیش نظر ہے۔ سید معروف شاہ شیرازی کی ترجمہ کردہ چار جلدیں پیشتر ازیں چھپ چکی ہیں (ان کا ذکر "کتاب نما" میں ہوتا رہا ہے)۔ سپارہ ۲۰ تا ۲۶ کے ترجمہ و تفسیر پر مشتمل یہ جلد بھی اسی انداز و اسلوب میں شائع ہوئی ہے۔ خوش آیند امر یہ ہے کہ ضخامت کے مقابلے میں ہدیہ بہت کم ہے--- آخری جلد باقی ہے--- امید ہے، وہ بھی جلد شائع ہو گی۔ (د-ہ)

نماز کی عربی سیکھیے، زید طفیل شیخ۔ ناشر: ادارہ تعمیر انسانیت، حاجی پور، ضلع راجن پور۔ صفحات: ۶۵۔ قیمت: ۲۴ روپے۔

نماز ایک تذکیر ہے اور خدا کے حضور عجز و نیاز مندی کے اظہار کا عمل ہے: اس لیے نماز کو سوچے سمجھے بغیر پڑھنا، چند رٹے رٹائے کلمات ادا کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک طرح کی غفلت ہے اور بہرحال مستحسن نہیں ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں عربی زبان سکھانے اور بالخصوص نماز کی عربی سکھانے کے لیے جدید اسلوب میں ایک اچھی کاوش کی گئی ہے۔ روایتی طریقے سے ہٹ کر عام فہم اور تعلیم کا براہ راست انداز اپنایا گیا ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ اگر دینی مدارس میں صرف و نحو سکھانے کے لیے اس طریقے کو اپنایا جائے تو طلبہ بہ آسانی اور جلد عربی سیکھ سکیں گے۔ خوش نما سرورق کے ساتھ کتاب پندرہ اسباق یا ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے چودہ اسباق میں عربی گرامر عام فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پندرھواں سبق "نماز اور چھوٹی سورتوں" کے ترجمے پر مشتمل ہے جس میں گرامر کے نکات بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بقول مولف: "کتاب کے اسباق کی ترتیب اس انداز سے کی گئی ہے کہ ان شاء اللہ اس کی بنیاد پر مستقبل میں مزید

عربی سیکھنا آسان ہو جائے گا"۔ (امجد عباسی)

مغرب اور اسلام (سہ ماہی) ' ادارت: ڈاکٹر انیس احمد' خالد رحمٰن' سجاول خان رانجھا۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' بلاک ۱۹' مرکز ایف سیون' اسلام آباد۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۲۵ روپے۔

اسلام کے بارے میں مغرب کا رویہ عالمی سطح پر محض ایک سیاسی موضوع نہیں ہے' بلکہ اس کی جڑیں فکری اور مذہبی اعتبار سے بھی بڑی گہری ہیں۔ اس کش مکش کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اہل مغرب نے مذہبی منافرت' سیاسی عدم دیانت' علمی بددیانتی اور جنگی وحشیانہ پن کا نشانہ مسلم دنیا کو بنایا۔

مغرب کے ذہن کا مطالعہ کرنے کے لیے جرمن' فرانسیسی' اطالوی' ہسپانوی اور انگریز مستشرقین کی تحریریں بڑی اہم ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں مغربی زبانوں سے عمومی بے تعلقی نے' مغرب میں اٹھنے والے فکری تعصبات کا ادراک دشوار بنا دیا ہے۔ البتہ سابق برطانوی نو آبادیاتی علاقوں میں رہنے والے ہم جیسے افراد انگریز مستشرقین تک رسائی پا سکتے ہیں' (اور کچھ افریقی سابق نو آبادیات کی پہنچ فرانسیسی تک بھی ہے) لیکن اس میں بھی افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ انگریزی سے ناتا رکھنے کے باوجود ہم عام طور پر' اسلام اور مسلم دنیا کے بارے میں لکھی ہوئی انگریزی تحریروں تک رسائی میں ناکام ہیں۔ انگریز' انگریزی اور امریکہ کی عمومی تابع داری کے باوجود ہمارا دانش ور اور روشن خیال طبقہ صرف ٹائم' نیوز ویک' اکانومسٹ (لندن) اور ریڈرز ڈائجسٹ سے تعلق رکھتا ہے۔ عام و خاص علمائے کرام' اہل قلم اور اصحاب درس و تدریس کو تو اتنا پڑھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ کہ جو مغرب پر "ایمان" لایا' وہ بلا سوچے سمجھے ان کے جملوں کی جگالی کر رہا ہے' اور جو مغرب کو سرتاپا ضلالت سمجھتا ہے' وہ پڑھے بغیر سطحی قسم کے پامال جملوں سے اپنے طور پر مغرب کے حملے کا جواب دے رہا ہے۔ حالاں کہ یہ رویہ بھی غیر علمی ہے اور تفکر' تدبر اور تعقل کے قرآنی حکم کی نفی ہے۔ اس صورت میں مغرب اور امریکہ میں شائع ہونے والے تحقیقی اور علمی مجلوں تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہی جرائد ان کے پالیسی سازوں' تحقیق کاروں' طالب علموں اور ریاستی اہل کاروں کا ذہن تشکیل دیتے ہیں۔ ان میں ایک دلچسپ نمونہ وہ افراد بھی ہیں' جو مسلم دنیا سے مغرب میں گئے اور مسلم دنیا کے خلاف وعدہ معاف گواہ بن گئے۔ اس طبقے کو مستغربین کہا جاتا ہے۔ جن مطلوب رسائل و جرائد کا ذکر کیا گیا ہے ان تک عوام تو ایک طرف رہے' خواص کی رسائی بھی' عام طور پر ممکن نہیں ہے۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے' مغربی فکر کے حامل علمی اور تحقیقی مجلے' ہماری مذہبی دنیا کی رسائی سے تو باہر ہیں' مگر عام طور پر خود جدید علوم کے ماہرین کی پہنچ سے بھی باہر ہیں۔ اس تناظر میں' زیر تبصرہ مجلہ "مغرب اور اسلام" اردو علم و صحافت میں ایک انوکھا' دلچسپ اور قیمتی اضافہ ہے اور ایک منفرد تجربہ بھی۔ ابلاغیات

کے دھماکہ خیز دور میں آج کا اردو خواں طبقہ بے خبری اور سطحیت کے جس صحرا میں کھڑا ہے' اس کے لیے یہ مجلّہ علم و خبر کے نخلستان کا سا منظر پیش کرتا ہے۔۔۔ مجلّے میں مغرب کے ۲۰ تحقیقی (ایک اطالوی' ۶ برطانوی اور ۱۳ امریکی) مجلوں سے دو مقالوں کا من و عن اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے ("دور جدید کے بعد کی دہشت گردی" اور "مذہب کے نام پر دہشت گردی") جب کہ ان مجلوں میں اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں ۴۴ مقالوں کا تعارف' مباحث اور تبصرہ مختصر طور پر دیا گیا ہے۔ اس عمل سے بخوبی وہ لہر ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جس کی صداے بازگشت ہمارے ہاں سیکولر لابی پیدا کرتی ہے۔

مجلس ادارت کے صدر' ڈاکٹر انیس احمد نے اپنے افتتاحیے میں رسالے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے بتایا ہے: "ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ مغرب اور مشرق میں' اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے جو رجحانات پائے جاتے ہیں' انھیں سمجھیں..... ان فکری غلطیوں کی اصلاح کی جائے جو اسلام اور مسلمانوں' اور اسلام کے نام نہاد نقادوں کے درمیان ایک معاندانہ رویے کا سبب بن گئے ہیں..... ہمارا اصل ہدف مغرب کا اسلام کے بارے میں موقف و طرز عمل سمجھنا ہے..... ہم چاہتے ہیں کہ بلا کسی تعبیری کوشش اور تبصرے کے' مغرب کی نمایندہ تحریروں کو' جن کا تعلق اس کے تصور اسلام اور امت مسلمہ سے ہے' اردو خواں طبقے کے سامنے رکھ دیا جائے"۔ (ص ۵)

یہ پہلا شمارہ ہے' اس لیے اس میں مزید بہتری کی گنجایش موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلا قدم اٹھانا ہی مشکل ہوتا ہے' گرم سفر رہنے والے مسافت کے کٹھن مراحل طے کر لیتے ہیں۔ اس مجلّے کو ایک دینی اور قومی ضرورت سمجھ کر' استقبال کیا جانا چاہیے۔ دینی' صحافتی' علمی' تعلیمی اور عسکری اداروں کو اس کی افادیت سمجھنا چاہیے۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' اسلام آباد اور اس کا شعبہ "تحقیق و مطالعہ اسلام" اس علمی جسارت پر مبارک باد کا مستحق ہے۔ (سلیم منصور خالد)

ترجمان القرآن حاصل کرنے کے لیے

ملتان

پاسبان خبر مرکز

1- سرور روڈ' فون : 588932 - 539349